6

# کوشش کرو کہ جتنا ہم زمین میں پھیلیں اس سے زیادہ آسمان میں پھیلیں

(فرمودہ 22 مارچ 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

"دنیا میں جتنی بڑائیاں ہیں وہ سب کی سب نہایت چھوٹے بیجوں سے پیدا ہوئی ہیں۔ آم کے کتنے بڑے بڑے درخت کتنی چھوٹی چھوٹی گٹھلیوں سے پیدا ہوتے ہیں، بیری کے درخت کتنی چھوٹی گٹھلیوں سے پیدا ہوتے ہیں، یوکلپٹس کے درخت کتنے چھوٹے پودوں سے پیدا ہوتے ہیں، بڑ کے درخت کے بیج کا دانہ کتنا چھوٹا ہوتا ہے، یہی حالت انسانوں میں بھی ہے مگر بہت سے لوگ ایسے ہیں جو بڑے ہو کر چھوٹے ہونے کی حالت کو بھول جاتے ہیں۔ عام طور پر بڑے آدمی چھوٹوں کو دیکھ کر نہایت حقارت سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ لوگ کیسے نادان ہیں مگر ان کو یاد نہیں رہتا کہ وہ خود کبھی ان جیسے ہی بلکہ ان سے بھی زیادہ نادان تھے۔ ایک ترقی کے اعلیٰ مقام پر پہنچا ہؤا انسان اپنے ماتحت کو جو ترقی کے لئے قربانی کر رہا ہوتا ہے اور ترقی کے ابتدائی زینوں پر قدم مار رہا ہوتا ہے کیسی حقارت سے کہہ دیتا ہے کہ وہ کتنا چھوٹا آدمی ہے اور اسے یاد نہیں رہتا کہ کبھی وہ اس سے بھی نیچے تھا اور اسے کیا معلوم ہے کہ اس کا وہ ماتحت ترقی کرتے کرتے اس سے بھی آگے نہیں نکل جائے گا۔

جب محمد رسول اللہ ﷺ دنیا کے پاس صداقت کا پیغام لے کر آئے، جب عرب کے ایک شریف خاندان مگر دنیوی حیثیت کے لحاظ سے نہایت ہی غریب خاندان کے ایک نوجوان نے جس کے ماں باپ بچپن میں ہی فوت ہو گئے اور جس نے اپنے چچا کے گھر میں پرورش پائی تھی یہ اعلان کیا کہ مجھے خدا تعالیٰ نے نبی بنا کر بھیجا ہے اور نبی بھی وہ جو سب نبیوں کا سردار ہے تو یہود نے اس وقت اسے کتنی حقارت کی نظر سے دیکھا اور کہا کہ بھلا یہ موسیٰ کی خوبیوں تک پہنچ سکتا ہے؟ عیسائیوں نے بھی اسے حقارت سے دیکھا اور کہا کہ یہ عیسیٰ کا سردار کس طرح ہو سکتا ہے؟ یہی حال دوسری قوموں کا بھی تھا۔ انہوں نے بھی اسے حقارت کی نظر سے دیکھا اور یہی خیال کیا کہ یہ ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کا سردار کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ ایک طرف ان نبیوں کے اس زمانہ کے بلند مرتبہ کو دیکھتے اور دوسری طرف رسول کریم ﷺ کی کسمپرسی کو۔ لیکن یہ خیال نہ کرتے تھے کہ موسیٰ موسیٰ بننے سے قبل کیا حیثیت رکھتا تھا؟ کیا موسیٰ ابتداء میں اپنی قوم کے مظالم سے تنگ آکر بھاگا نہ تھا؟ کیا اسے ابتدائی ایام میں فرعون کی روٹیوں پر بسر نہ کرنی پڑی تھی؟ کیا عیسیٰ ایک بڑھئی کا بیٹا نہ تھا جسے شاید بچپن میں لوگوں کی پیڑھیاں اور چارپائیاں ٹھونکنی پڑی ہوں؟ پھر کیا ابراہیم ایک ایسے تاجر کا بیٹا نہ تھا جو بُت بیچا کرتا تھا؟ وہ ان سب نبیوں کی ابتدائی حالت کو بھول جاتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی اس گھڑی کو دیکھتے تھے جب وہ ایک یتیم کی حیثیت میں اپنے چچا کے گھر میں پلتے تھے۔ وہ عیسیٰ کی تو دعویٰ سے پانچ سو سال بعد کی حالت کو دیکھتے تھے مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدائش کے سال کو وہ موسیٰ اور ابراہیم کی پیدائش کے زمانہ کو بھول کر ان کی جوانی کو دیکھتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی پیدائش کو۔ اور وہ یہ خیال نہیں کرتے تھے کہ بچپن اور جوانی میں کتنا فرق ہے۔ ایک بچہ خواہ وہ رستمِ دیار ہی کیوں نہ ہونے والا ہو، ایک جوان کو ڑھی سے بہرحال کمزور ہوتا ہے کیونکہ ابھی وہ بچہ ہوتا ہے اور اس کی طاقت کا زمانہ ابھی شروع نہیں ہوا ہوتا۔ تو مکہ کے لوگ آنحضرت ﷺ کی ابتدائی حالت سے اُس وقت اندازہ کر رہے تھے اس لئے اُن کو آپ کمزور نظر آتے تھے لیکن آج اگر مکہ کے ان لوگوں کو واپس دنیا میں آنے کا موقع ملے اور ان یہودیوں کو دنیا میں لایا جائے تو وہ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو

اتنی قبولیت حاصل کس طرح ہو گئی؟ ابتدائی حالت میں مسلمانوں کی طاقت ہی کیا تھی؟ اُس وقت صرف اڑھائی مسلمان ہی تھے۔ یعنی ابو بکرؓ، خدیجہؓ اور علیؓ جو صرف گیارہ سال عمر کے تھے۔ حضرت خدیجہؓ ایک عورت تھیں اور عورت نصف مرد کے برابر سمجھی جاتی ہے۔ اس طرح کُل اڑھائی ہوئے۔ اس وقت جب آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہتے ہوں گے کہ ہم مسلمانوں کی جماعت دنیا پر غالب آجائے گی تو ان کی مراد انہی اڑھائی مسلمانوں سے تھی یعنی حضرت ابو بکرؓ ایک جوان آدمی، حضرت علیؓ گیارہ سال کا بچہ اور خدیجہؓ ایک عورت۔ اور ان اڑھائی مومنوں کی اس بات کو سن کر یہودی جو اس وقت تمام دنیا کی تجارت پر قابض تھے، دمشق میں بھی ان کی تجارت تھی، مصر، فلسطین اور ایران کی تجارت پر بھی وہی قابض تھے، تمام بادشاہوں کے دربار میں ان کو عزت حاصل تھی۔ جوہری بھی یہودی تھے اور کپڑے کے تاجر بھی وہی تھے۔ ہندوستان تک ان کی تجارت اور شہرت پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ان کا ذلیل سے ذلیل آدمی بھی مسلمانوں کا یہ فقرہ سن کر مسکرادیتا ہوگا اور سمجھتا ہوگا کہ ان کا دماغ خراب ہو چکا ہے کہ یہ اپنے غلبہ کے خواب دیکھ رہے ہیں اور دنیوی نقطۂ نگاہ سے وہ ایسا خیال کرنے میں بالکل حق بجانب تھے کیونکہ کُجا اڑھائی کروڑ کے قریب وہ لوگ جن کے قبضہ میں ساری دنیا کی تجارت تھی اور کُجا یہ اڑھائی مسلمان۔ اور جب رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کہتے ہوں گے کہ "ہم مسلمانوں کی جماعت" تو جس حقارت سے ایک عیسائی یا ایک یہودی اس پر مسکراتا ہوگا اس کا اندازہ ہم ہی کر سکتے ہیں، دوسرے نہیں کر سکتے۔ اسی طرح قریش کے لوگ بھی ان مسلمانوں سے رتبہ میں بہت بڑے تھے۔ مسلمانوں کی اس وقت حیثیت ہی کیا تھی؟ حضرت علیؓ بچہ تھے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے گھر میں رہتے تھے۔ آپ نے چونکہ پہلے ان کے گھر میں پرورش پائی تھی اس لئے حضرت علیؓ کو اپنے ہاں رکھ لیا تھا کہ یہ میرے ہاں کھایا پیا کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ بے شک تاجر تھے مگر ایسے تاجر کہ کپڑے کی گٹھڑیاں پیٹھ پر اٹھا کر دیہات میں جا کر بیچا کرتے تھے۔ گویا پھیری کرنے والے تاجر تھے۔ آپ کے پاس چند ہزار روپیہ ضرور تھا مگر کوئی بڑے امیر نہ تھے۔ آپ کی ایک پھیری والے اچھے تاجر کی حیثیت تھی اور بعض پھیری کرنے والے بھی متموّل ہوتے ہیں۔ آپ خود کپڑا اٹھا کر بیچنے جایا کرتے تھے یا ایک دو غلام رکھے ہوتے تھے

انہیں اٹھوا کر لے جاتے تھے۔ اور ایسا تاجر اگر دس بارہ روپیہ بھی روز کما لے تو زیادہ سے زیادہ تین چار سو روپیہ ماہوار کی آمد تھی اور اس حیثیت میں وہ عرب کے رؤساء کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہوں گے کہ "ہم مسلمان" تو یہ لوگ کس حقارت سے کہتے ہوں گے کہ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو ہم کہتے ہیں۔ لیکن آج اگر قریش کے ان سرداروں بلکہ بادشاہوں کو بھی کوئی لا کر کھڑا کر دے کہ وہی اڑھائی مسلمان آج دنیا میں چالیس کروڑ ہو گئے ہیں تو وہ کبھی یہ بات ماننے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔ ابو جہل اگر آج زندہ ہو جائے اور خانۂ کعبہ میں قسم اٹھا کر بھی اسے بتایا جائے کہ یہ لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں اور دنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں مسلمان آباد نہ ہوں۔ ہندوستان میں بھی ہیں، ایران میں بھی اور مغربی افریقہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بھی پھیلے ہوئے ہیں اور ہر جگہ پائے جاتے ہیں تو وہ یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں ہو گا۔

مسلمان آج گو کتنے خراب کیوں نہ ہوں اس میں کیا شک ہے کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ضرور کرتے ہیں اور آپ کے عشق کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کو لا کر آج ہر جگہ پھراتے جاؤ تو وہ اسے خواب سمجھیں گے یا جنون۔ اور کبھی یہ نہیں مانیں گے کہ یہ اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں جو ایسی کمزور حالت میں تھے اور اگر ان کو عتبہ، شیبہ، ابو جہل اور قریش کے بڑے بڑے کفار کے خاندانوں میں لے جایا جائے اور وہ دیکھیں کہ کس طرح آج ان کی اولادیں اسلام پر کاربند ہیں تو ان کا دماغ پریشان ہو جائے کہ یہ کیا دیکھ رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کس طرح اسلام کی مخالفت میں اپنی عمریں گنوا دیں۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہے کہ آج ان کی اولادیں نہ صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کے غلاموں کی خدمت پر فخر کرتی ہیں۔

پھر دوسرے نقطۂ نگاہ سے دیکھو کہ ایک زمانہ میں جب عیسائی خدا تعالیٰ سے سچی محبت کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سچے دل سے اطاعت کرتے تھے اور دین کی خدمت میں تکالیف برداشت کرتے تھے اُس وقت آسمان پر ان کی کتنی عزت تھی مگر آج گو ان کی حکومت تو بڑی وسیع ہے مگر آسمان پر ان کے لئے سوائے ملامت کے اور کچھ نہیں۔ اسی طرح یہود نے جو حضرت موسیٰ کی امت ہیں دنیوی لحاظ سے بہت ترقی کی، کروڑوں روپیہ کمایا اور

اقتصادی دنیا میں بے حد اہمیت حاصل کر لی حتّٰی کہ دنیا میں کوئی جنگ یا صلح اُس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک حضرت موسیٰؑ کے نام لیواؤں کی انگلی بھی اس پر نہ رکھی ہوئی ہو۔ مگر آسمان پر ان کے لئے کوئی جگہ نہیں بلکہ فرشتے اُس جگہ کو صاف کرتے ہیں جہاں موسائیوں کی ہوا بھی پہنچ جائے۔ اور اس میدان میں ان کی ترقی کو دیکھ کر جب ان کے تنزّل پر نگاہ ڈالی جائے تو دل کانپ اٹھتا ہے۔ یہی حال مسلمانوں کا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے آج اگر ابوجہل اور کفارِ مکہ کے دوسرے سرداروں کو لا کر مسلمانوں کی ترقی دکھائی جائے تو وہ حیرت زدہ ہو جائیں۔ اسی طرح اگر محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ دیکھیں کہ یہ میری امت ہے تو آپؐ کبھی یہ ماننے کے لئے تیار نہ ہوں کیونکہ نقشہ ہی بدل چکا ہے۔ ان میں نہ وہ اخلاق ہیں اور نہ روحانیت جو آپ اپنی امت میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ان کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت بالکل مفقود ہے۔ وہ تقدس نہیں، علم نہیں، دیانت نہیں جو محمد رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پیدا کرنا چاہتے تھے۔

اسی طرح آج ہماری جماعت بھی بہت ادنیٰ حالت سے ترقی کر رہی ہے۔ دنیا آج ہماری طرف دیکھ کر حقارت سے مسکراتی ہے اور کہتی ہے کہ ان لوگوں کی بساط ہی کیا ہے جو ہمارا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے اپنے کانوں سے یہ الفاظ سنے ہیں کہ یہ لوگ بھی اپنے آپ کو اقلّیت سمجھتے ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی اقلّیت ہیں۔ مگر یہ کہنے والوں کی مثال وہی ہے جو مکہ والوں کی تھی اور عیسائیوں اور یہودیوں کی تھی۔ وہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی جوانی سے آنحضرت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بچپن کا مقابلہ کرتے تھے۔ ان کی یہ بات سن کر مجھے اپنے ایک چھوٹے بچہ کی مثال یاد آجاتی ہے۔ اس کا رنگ کچھ سیاہ ہے اور اس کے چھوٹے بھائی کا گورا۔ اور جب اسے کہا جائے کہ اس کا بھائی گورا اور وہ کالا ہے تو وہ اپنا ہاتھ اور اپنے بھائی کے بال دکھا کر کہتا ہے کہ دیکھو میں کتنا گورا ہوں اور وہ سیاہ ہے۔ ہر شخص اس بچے کی بات پر ہنس دے گا مگر کیا وہ لوگ ہنسی کے قابل نہیں ہیں جو محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بچپن کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جوانی سے مقابلہ کرتے ہیں؟ یہی حال ہمارے مخالفوں کا ہے جو ہماری کمزوری پر ہنستے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ ہماری مثال ابھی چھوٹے بچہ کی ہے اور ہم نے ترقی کرنی ہے۔ ہم خدا تعالیٰ کے فضل سے ضرور ترقی کریں گے اور جب جوانی کو پہنچیں گے تو ہمارے اس بچپن کو دیکھنے والوں کو

یہ یقین ہی نہیں آئے گا کہ یہ وہی جماعت ہے۔ مگر ہماری جماعت کو یہ سبق کبھی نہیں بھلانا چاہیئے کہ قومیں جب تعداد میں بڑھتی ہیں تو اخلاق میں گرنے لگتی ہیں۔ وہ جب زمین میں پھیلتی ہیں تو آسمان پر سکڑنے لگتی ہیں اور ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہو سکتا جو زمین میں پھیلتا مگر آسمان میں سکڑتا ہے۔ آج ہم شوریٰ کے لئے جمع ہوئے ہیں پس ہمیں کوشش کرنی چاہیئے کہ ہم جتنا زمین میں پھیلیں اس سے زیادہ آسمان میں پھیلتے جائیں اور ہمارا خدا ہم سے خوش ہو۔" (الفضل 29 مارچ 1940ء)